میڈیا پر تشہیری مہم میں عورت کی حصہ داری شریعت کی روشنی میں

محمد اسحاق
سید محسن علی
شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

تلخیص

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کے اچھے کردار کو معاشرتی اصلاح وترقی کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ دونوں کا ایک دائرہ کار ہے جو کہ ایک دوسرے سے کچھ مختلف ہے۔ لیکن دونوں کا قانونی تشخص برابر ہے کہ دونوں میں سے کوئی قرآن و سنت کے حکم سے مستثنٰی نہیں ہے۔ دین اسلام نے دیگر مذاہب اور تہذیبوں سے ہٹ کر عورت کو امتیازی احترام عطا کیا ہے جو کہ اس سے پہلے عورتوں سے چھین لیا گیا تھا۔ لیکن ساتھ میں عورتوں کی زینت کے اظہار کو لوگوں کیلئے فتنہ کا سبب بھی قرار دیا ہے، اسی وجہ سے پردے کا حکم نازل کیا گیا۔ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا اس میں مصنوعات کی تشہیری مہم کے سلسلے میں عورت کی شرکت پردے کے حکم کے مقاصد کے بھی خلاف ہے۔ اور اشیاء کی تشہیر جن مقاصد کیلئے کی جاتی ہے وہ عورت کی حصہ داری کے بغیر بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مصنوعات کی تشہیری مہم میں عورت کی حصہ داری لوگوں کے اخلاق کمزور کرنے کا سبب ہوگی۔ اس سے احتراز لازم ہے۔

کلیدی الفاظ: میڈیا، تشہیری مہم، عورت کی حصہ داری، اسلام

Abstract

People use different promotional tools to promote their products and services so that other people come to know about those products and services and their benefits. For this promotion, both print and electronic media are very important tools nowadays. The world is on its peak, people are developed and have become modern thinkers and so did the media. The media has made it a point to the people of this world that we are your need and you will only develop more by using us and avoiding the media will prove harmful for you. It is worth noticing that participation and involvement of females in these promotional campaigns is also considered as very important. Whereas, females have nothing to do with the promotion of a product or service and the objectives of a promotional campaign can also be achieved without their involvement in it. Islam has given clear orders for females to cover themselves and appear

modest at all times. The temptation of unnecessary involvement of females with males in social activities has been condemned in the teachings of Islam. In the light of these orders by Al Mighty ALLAH, the participation and involvement of females in the promotional campaigns of products and services will be totally against the spirit of Islam. This is because these promotional campaigns use a female's facial and physical beauty to sell a product or service, which spreads moral and ethical corruption in the society. Therefore, this is a condemnable act in the light of teachings of Islam and it must be avoided.

Keywords: Media, Advertisment Campaigns, Women Participation, Islam

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی جسامت کی تخلیق کے ساتھ ساتھ اس کی فطرت بھی پیدا فرمائی ہے۔ انسانی فطرت میں جذبات اور خواہشات رکھی ہیں اور اچھے جذبات اور اچھی خواہشات بھی رکھی ہیں۔ چنانچہ انسانی فطرت میں کامیابی، فائدہ اور خوشی ہے۔ ناکامی، نقصان اور ناخوشگوار واقعات کو انسان قبول ضرور کرتا ہے لیکن پھر بھی یہ سب اس کی بنائی ہوئی اصل فطرت سے ہٹ کر ہے۔ چنانچہ انسان اپنی کامیابی اور فائدے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ محنت کرتا ہے۔ روپیہ پیسہ بھی خرچ کرتا ہے۔ کامیابیوں اور منافع کے حصول کیلئے اس کے سامنے مختلف ذرائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ذرائع حلال تو کچھ حرام بھی ہوتے ہیں۔ ہر فرد اپنی سوچ کے مطابق اس وقت فیصلہ کرتا ہے کہ اس نے اپنے مقاصد میں کامیابی کیلئے اپنی فطرت کی قربانی دینی ہے یا پھر اپنے ذرائع کی۔ حلال اور جائز اسباب کا سہارا لے کر منزل کی طرف قدم بڑھانا ہے یا پھر ہر پاک و ناپاک تالاب میں غوطہ لگا دینا ہے۔ درحقیقت یہ وہ موقع ہوتا ہے جس میں انسان آزمائشوں کی سیڑھیوں پر قدم رکھ چکا ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دنیا کا مفاد بہت قریب ہوتا ہے لیکن ساتھ میں آخرت بھی اس کی نظروں سے کچھ زیادہ دور کھڑی نہیں ہوتی۔ بس ایسے موقع پر اسے حلال اور حرام ذرائع میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے دوسرے کی قربانی دینی ہوتی ہے۔

اپنی اس فطری کامیابی کی طرف بڑھتے ہوئے انسان کو اپنے کام کی تشہیر بھی کرانی ہوتی ہے۔ تاکہ عوام کو خبر ہو سکے کہ اس وقت مشتہر اپنے کارخانہ میں کیا بنا رہا ہے یا پھر کیا بنا چکا ہے۔ اس چیز کی صفات و خاصیات کیا ہیں۔ نیز اس شے کو کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کے استعمال کا درست طریقہ کیا ہے۔ ان سب باتوں کی تشہیر اس لئے لازم ہوتی ہے تاکہ لوگ آگے بڑھیں اور اس چیز سے فائدہ اٹھائیں۔ اسے خریدیں اور کارخانے والے کو اس کی قیمت دیں۔ اور یوں دونوں کو فائدہ ہو۔ ایک کو مالی منافع کی صورت میں اور دوسرے کو اس چیز کو استعمال کرنے کی صورت

میں۔ یہ تشہیری مرحلہ کافی نازک ہوتا ہے۔اس لئے کہ اس حوالے سے شرعی نقطہ نظر سے بہت سی باریکیاں ہیں جن کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔اس تشہیری مہم میں مردوں کے ساتھ خواتین کا بھی بھرپور حصہ ہوتا ہے۔ بچے بھی ہوتے ہیں اور بچیاں بھی۔اوران افراد کے ذریعے اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلیئے میڈیا یعنی ذرائع ابلاغ کا سہارا لیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں میڈیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ پرنٹ میڈیا۔اس میں اخبارات، جرائدورسائل، پمفلٹ اور پوسٹر وغیرہ جیسے ذرائع شامل ہیں۔

۲۔ الیکٹرانک میڈیا۔اس میں ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا وغیرہ جیسے ذرائع شامل ہیں۔

گزرتے وقت کے ساتھ ان اسباب و ذرائع میں بھی ترقی کا سفر جاری ہے۔لوگ جدت پسند ہوتے جا رہے ہیں بلکہ ہو چکے ہیں۔جس کی وجہ سے انسانی زندگی سے وابستہ ہر شعبہ اپنے اندر تبدیلی چاہتا ہےاوراس طرح ان شعبوں نے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی بھی کر لی ہے۔تو دیگر شعبوں کی طرح ذرائع ابلاغ نے بھی عروج حاصل کیا اور بہت حاصل کیا۔اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کو یہ پیغام بھی دے دیا کہ اب میڈیا آپ کی ضرورت بن چکا ہے،اس سے کنارہ کشی آپ کیلیئے نقصان دہ ہےاور آپ اس کے بغیر دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔اپنی ہر طرح کی ترقی کیلیئے آپ پر میڈیا کا سہارا لینا لازم ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلیئے جو ابھرتے ہوئے ذرائع آج موجود ہیں، پہلے وقتوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔اسی بنا پر آج یہ سوال کافی اہم ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے ان میں سے کونسے ذرائع استعمال کئے جاسکتے ہیں اور کونسے نہیں۔اور خاص طور پر یہ کہ اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلیئے عورت کو استعمال کرنا اور اسے ایک ماڈل کے طور پر پیش کرنا۔اس کی شریعت میں کہاں تک گنجائش موجود ہے۔یہ معاملہ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب چاہتا ہے۔تا کہ لوگ اس کے فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات سے بھی آگاہ ہوسکیں۔اور تشہیری مہم میں عورت کے کردار کی شرعی حیثیت سے واقف ہوسکیں۔

عورت کی حیثیت اسلام اور دیگر تہذیبوں میں

دنیا میں مختلف مذاہب اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں۔عورت کی حیثیت اور اس کے مقام کے سلسلے میں ان مذاہب کی تاریخ اور حقیقت موجود ہے۔جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دین اسلام سے قبل عورت

اپنے مقام کے حوالے سے کہاں کھڑی تھی اور دین اسلام کے بعد اسے کہاں جگہ ملی۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کا ذکر مناسب ہوگا۔

عورت کی حیثیت اسلام میں

اسلام کے مقابلے میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا جائزہ لے لیں اور پھر عورت کو ان تمام مذاہب پر پیش کریں اور ان مذاہب اور تہذیبوں کی روشنی میں عورت کی حیثیت پہچاننے کی کوشش کریں تو صاف نظر آتا ہے کہ عورت معاشرتی اور سماجی عزت واحترام سے محروم انتہائی مظلوم مخلوق تھی۔ عورت کو محبت کی جگہ نفرت دی گئی۔ اور اسے معاشرتی زندگی سے بالکل خارج سمجھا گیا۔ یونانی، رومانی، ایرانی اور زمانہ جاہلیت کی تہذیبوں میں عورت ثانوی حیثیت سے بھی محروم تھی۔ اسلام نے آکر عورت کو وہاں سے اٹھایا ہے جہاں اسے ان ظالمانہ تہذیبوں نے پھینک دیا تھا۔ پھر عورت کو ذلت کی جگہ عزت ملی، زوال کی جگہ عروج ملا۔ اگر انصاف کی نظروں سے دنیا کے تمام مذاہب اور تہذیبوں کا مطالعہ کریں تو عورت کا احترام وعظمت اور درست مقام اسلام کے علاوہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ اسلام نے ہی آکر عورت کے اوپر سے محرومیت کے پردے ہٹائے اور بحیثیت انسان اسے مرد کے برابر درجہ عطا کیا۔ اور جو قانونی تشخص مرد کا تھا وہی عورت کو بھی دیا گیا۔ چنانچہ اسی قانونی برابری کو بیان کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہے:

"وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا." (۱)

اور کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرما دیں تو ان کیلئے اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو آدمی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کسی گمراہی میں بھٹک گیا۔

قرآن کریم کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور معصیت کے باب میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں کو ایک ہی جیسا قانونی تشخص عطا کیا گیا ہے۔ اور دونوں ہی احکامات کے تابع اور مکلّف ہیں۔ قانونی تشخص میں دونوں کے مابین یکسانیت اپنی جگہ ہے لیکن اصلاح معاشرہ کیلئے بھی دونوں

کے کردار کو یکساں سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

’’یہ بات مسلم ہے کہ عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بلکہ سماجی اور تمدنی اصلاح و بقا کا انحصار تقریباً اسی نوع کی حیثیت پر ہے۔ عورت کی حیثیت، اس کا کردار و عمل اور اس کی حیات بخش صلاحیتیں معاشرے کے عروج و زوال کا سامان ہیں۔‘‘(۲)

درحقیقت یہ عورت کی وہ منصفانہ حیثیت ہے جو اسے صرف اسلام نے عطا کی ہے۔ دونوں کو قانونی تشخص یکساں دیا گیا اور معاشرے کی اصلاح و بقا میں بھی مرد کی طرح عورت کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جبکہ قبل از اسلام عورت سے اس کا مکمل حق چھین لیا گیا تھا۔ اس کے وجود کو اپنے لئے عار سمجھا جاتا تھا۔ وراثت سے مکمل طور پر محروم رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بچیوں کو زندہ درگور کر دینے کی وہ شرمناک مثالیں پائی جاتی تھیں جن پر قرآنی آیات بھی شاہد ہیں۔

اسلام میں روحانی نقطہ نظر سے بھی مرد و عورت کے درمیان یکسانیت ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة “(۳)

اور جو نیک عمل کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

” انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی“(۴)

ترجمہ۔ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، مرد ہو یا عورت۔

وراثت کے باب میں بھی اسلام نے عورت کو مرد کی طرح شریک ٹھہرایا ہے۔ اس سلسلے میں سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون و للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون“(۵)

مردوں کیلئے اس میں سے حصہ ہے جو اس کے والدین اور قریبی عزیزوں نے چھوڑا۔ اور

عورتوں کیلئے اس میں سے حصہ ہے جو اس کے والدین اور قریبی عزیز چھوڑیں۔

مادی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو اسلام نے اس معاملے میں بھی امتیاز نہیں رکھا۔عورت مرد ہی کی طرح جائیدادوں وغیرہ کی ملکیت حاصل کرسکتی ہے۔چنانچہ سورۃ النساء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن"(٦)

جو مرد کمائیں وہ ان کا حصہ ہے اور جو عورتیں کمائیں تو وہ ان ہی عورتوں کا حصہ ہے۔

عورت کی حیثیت یونان میں

یونان دنیا کی قدیم تہذیبوں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔علم وتمدن کی دنیا میں یونان نے اپنا نام منوایا ہے۔زندگی کے مختلف شعبوں میں نظریات کی نسبت یونان ہی کی طرف کی جاتی ہے۔لیکن اس کے باوجود یونانی تہذیب میں عورت کا کوئی مقام نہیں تھا۔تمام تر فضیلتوں کا مصداق مرد کو ہی ٹھہرایا گیا۔اس دور کے مشہور فلسفی سقراط نے عورت کے کردار اور اس کی حیثیت کی جب حوصلہ شکنی کی تو اس نے یوں کہا:

''عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز دنیا میں کوئی نہیں، وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر چڑیا اس کو کھالیتی ہے تو وہ مرجاتی ہے۔''(٧)

جب سقراط جیسے لوگ عورت کے حوالے سے ایسی سوچ رکھتے ہوں تو اس دور کے باقی لوگوں کی سوچ کا اندازہ بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اسی وجہ سے یونانی تہذیب میں عورت ماں، بیوی، بہن اور بیٹی جس شکل میں بھی تھیں وہ غلامی کی زندگی گزارتی تھیں۔اس کے ساتھ سلوک انسانوں والا نہیں تھا۔اور اس کے مقابلے میں مرد کو ترجیحی بنیادوں پر تسلیم کیا جاتا تھا۔

عورت کی حیثیت روم میں

اہل روم کو اہل یونان کے بعد دنیا میں عروج ملا۔لیکن بدقسمتی سے اس تہذیب میں بھی عورت کو اس کا جائز مقام نہیں ملا۔یہاں بھی عورت اپنے ہر جائز حق سے محروم نظر آتی ہے۔مذہبی ہو یا قانونی کسی بھی شعبے میں عورت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔عورت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔اور اس کا استعمال جائیداد کی طرح ہی تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اہل روم میں عورت کی حیثیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رومانی مردوں نے اپنی عورتوں پر گوشت کھانا، ہنسنا، بولنا اور بات چیت کرنا بھی حرام قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ ان کے منہ پر ''موزسیر'' نامی ایک مستحکم قفل لگا دیا تا کہ وہ کہنے ہی نہ پائے۔ یہ حالت صرف عام عورتوں کی نہیں تھی بلکہ رئیس و امیر، کمینے اور شریف، عالم و جاہل سب کی عورتوں پر ایک ہی آفت طاری ہوئی۔'' (۸)

یہ رومانی وہ تہذیب تھی جس میں عورت اپنا ہر قسم کا تشخص کھو چکی تھی۔ اس کی زندگی پر تالے پڑ چکے تھے۔ اسے کسی بھی قسم کے حق کیلئے اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کسی معاملے میں عورت کو گواہی دینے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔

عورت کی حیثیت یہودیت میں

یہود نے اپنے ہاں عورتوں کو جو حیثیت دی وہ بھی قدیم تہذیبوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔ ان کے ہاں بھی عورت غلامی کی زندگی بسر کر رہی تھی اور مرد کی محکوم تھی۔ عورت کو اس کا حق نہیں دیا جاتا تھا۔ مرد کی مرضی کے بغیر عورت کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ مرد جب چاہے اسے طلاق دے کر الگ کر دے۔ یہاں تک کہ اگر مرد میں کوئی خامی ہو تو عورت طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ چنانچہ پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ لکھتے ہیں:

''موسوی شریعت نے عورتوں کو مردوں کا ہمیشہ محکوم اور غلام بنایا ہے۔'' (۹)

شادی کے بعد عورت کی حیثیت اور اس کے حقوق کے سلسلے میں مولانا انیس احمد فلاحی لکھتے ہیں:

''شادی شدہ عورت کے تصرفات مجنون اور نابالغ کے تصرفات کے مانند ہوں گے۔ اس کا خرید و فروخت کرنا درست نہ ہوگا حالانکہ شوہر اس کی اجازت دے۔ عورت کسی چیز کی مالک نہ ہوگی، صرف اسے مہر کا حق ہوگا جس کا مطالبہ وہ شوہر کے مرنے کے بعد یا طلاق کے وقت کر سکتی ہے۔'' (۱۰)

پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ طلاق کے سلسلے میں کتاب استثناء کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''اگر کوئی مرد کوئی عورت لے لے، اس سے شادی کر لے اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو، اس سبب سے کہ اس نے اس میں کچھ پلید بات پائی ہو تو وہ اس کا طلاق

نامہ لکھ کے اس کے ہاتھ دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کر دے۔'' (۱۱)

عائلی زندگی میں عورت کی شہادت کا اعتبار نہیں تھا۔ میراث سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اسی حوالے سے مولانا انیس احمد فلاحی ''مذاہب عالم'' میں لکھتے ہیں:

''اور عورت اپنے شوہر کے ترکہ کا حق دار نہ ہوگی۔ شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو صرف مہر ملے گی۔ اگر اس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ باقی ہوگی۔ اور عورت کی بقیہ پوری جائیداد اس کے شوہر اور پھر وہیں سے اس کے ورثہ کی ہو جائے گی۔'' (۱۲)

پروفیسر غلام رسول چیمہ لکھتے ہیں:

''یہودیت میں عورت ورثہ کا حق دار نہیں ہوتی بلکہ اس کی اپنی کمائی بھی شادی سے پہلے اس کے والدین کی اور شادی کے بعد اس کے شوہر کی ہوتی ہے۔'' (۱۳)

عورت کی حیثیت عیسائیت میں

عورت کی بدقسمتی رہی کہ وہ عیسائیت میں بھی اپنے جائز حق سے محروم رہی۔ اس مذہب میں بھی عورت کی کچھ ایسی ہی حیثیت رہی جو دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں تھی۔ یہاں بھی عورت کو مرد کا مکمل محکوم سمجھا گیا اس کے وجود اس کو مصیبت تصور کیا جاتا تھا اور اسے محبت کی جگہ نفرت دی گئی۔ چنانچہ عیسائیت میں عورت کی حیثیت کے حوالے سے شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

''عورت سراپا فتنہ و شر سمجھی جاتی تھی۔ عابد و زاہد اس کے سایے سے بھاگتے تھے۔ بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا اور اس کے چہرے پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔ رہبانیت کی تاریخ عورت سے نفرت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔'' (۱۴)

عیسائیت میں میراث کے احکام کے حوالے سے مولانا انیس احمد فلاحی تحریر فرماتے ہیں:

''عیسوی شریعت میں میراث کے احکام نہیں ہیں۔ اکثر وصیت کے ذریعہ میراث تقسیم کی جاتی ہے اور عموماً بڑے لڑکے کو ملتی ہے۔'' (۱۵)

غرضیکہ الہامی ہوں یا غیر الہامی، اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب اور تہذیب نے عورت کو محبت نہیں دی۔ ان تمام

جگہوں پر عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا۔ اسلام نے عورت کو ماں، بیوی اور بیٹی کے روپ میں کھڑا کر کے اسے معاشرے کے اہم ستون کی بنیاد پر پیش کیا۔ خاندان اور معاشرے کی اصلاح اور ترقی میں عورت کے کردار کو اچھی نظروں سے دیکھا۔ عورت کے سلب شدہ تشخص کو بحال کیا۔ اور سماج وتمدن میں عورت کے وقار کو مجروح ہونے سے بچایا۔

یونانی اور رومانی تہذیبوں سے لے کر اسلام تک کے اس سفر میں ہمیں عورت کی حیثیت واضح نظر آ رہی ہے۔ کہاں کہاں عورت پر محرومی رہی اور کہاں عورت کو وقار اور عروج ملا۔ یہ سب کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ایسے میں عورت کو تشہیری مہم کیلئے استعمال کرنا اور اس کے وقار کو سر بازار نیلام کرنا بالکل انصاف نہ ہوگا۔ اسے مغربی تہذیب عورت کی آزادی سے جبکہ اسلامی تہذیب کردار کشی سے تعبیر کرتی ہے۔ عورت کو گھر کے اندر اور باہر کیسے رہنا ہے۔ اسے قرآن وسنت نے واضح بیان کر دیا ہے۔

تشہیری مہم کے بنیادی مقاصد

اپنی مصنوعات اور منصوبوں کے سلسلے میں کی جانے والی تشہیری مہم سے جائز بنیادی مقاصد دو ہیں

۱۔ لوگوں میں نئے منصوبے اور نئی مصنوعات کو متعارف کرانا۔

۲۔ لوگوں کو نئے منصوبوں اور اشیاء کے استعمال کے طریقوں اور خصوصیات سے آگاہ کرنا۔

بنیادی طور پر تشہیری مہم کے یہی دو مقاصد ہوتے ہیں کہ بعض اوقات آپ لوگوں کو اپنے نئے منصوبوں سے آگاہ کرتے ہیں اور کبھی نئی اشیاء بنانے کے بعد ان اشیاء کے بارے میں آپ لوگوں کو خبردار کرتے ہیں۔ اور پھر ان منصوبوں کی تکمیل اور اشیاء کے بن جانے کے بعد ان کے استعمال کے طریقوں سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور ان کی خصوصیات لوگوں کو بتانا بھی تشہیری مہم کا حصہ ہوتے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ آپ کی مصنوعات زیادہ سے زیادہ مقدار میں فروخت ہوں اور آپ کو آمدنی ہو۔

تشہیری مہم کا حکم

اوائل اسلام میں تشہیر کی یہ صورتیں موجود نہیں تھیں جو آج کل کے اس جدید دور میں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے خالص تشہیری مہم کے سلسلے میں قرآن وسنت میں واضح احکامات موجود نہیں ہیں۔ البتہ دین اسلام میں حلال و حرام اشیاء کا حکم موجود ہے اور مختلف تجارتی صورتیں موجود ہیں۔ تو اس لئے ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان

سے تشہیر کا حکم اخذ کرنا کوئی دشوار نہیں ہے۔

یہاں دو باتیں ہیں:

۱۔ تشہیر کس چیز کی ہے۔

۲۔ تشہیر کیلئے صورت کونسی اختیار کی جا رہی ہے۔

جن اشیاء کو اسلام نے حلال قرار دے دیا ہے ان کی تشہیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جو اشیاء از روئے شرع حرام ہیں، ان کی تشہیر بھی حرام ہوگی۔ لہٰذا شراب اور خنزیر کی تشہیر جائز نہیں ہوگی کیونکہ از روئے شرع ان کی حرمت میں دورائے نہیں ہیں۔ اور اگر جائز اور حلال اشیاء کی تشہیر کرنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے کونسا طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ وہ طریقہ شرعی حدود کے اندر ہونا چاہئے۔ اگر اس میں شریعت کا کوئی حکم ٹوٹ رہا ہوگا یا وہ معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کا سبب بن رہا ہوگا تو ایسے طریقہ کار سے بھی احتراز لازم ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ اشیاء حلال ہوں اور تشہیر کا طریقہ کار بھی شرعی دائرے کے اندر ہو تو مصنوعات کی تشہیری مہم جائز ہے، ورنہ بچنا لازم ہے۔

اس حوالے سے قرآن کریم کی ایک آیت ملاحظہ فرمائیں:

''ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا و الاخرة. والله یعلم وانتم لاتعلمون''(۱۶)

بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان میں فحاشی پھیلنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''موقع ومحل کے لحاظ سے تو آیت کا براہ راست مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور انہیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ سزا کے مستحق ہیں۔ لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈّے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کیلئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے

بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔لہٰذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع ووسائل کا سدباب کرے۔اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا، قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں عوام کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کررہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنیوالے سزا کے مستحق ہیں۔''(۱۷)

قرآن کریم کی یہ آیت بتلاتی ہے کہ اشیاء کی تشہیر کی اجازت ہے لیکن اس کی آڑ میں فحاشی کی تشہیر کرکے عوام کے اخلاق سے کھیلنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔ جو اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلئے جائز ذریعہ اپنائے گا، اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرے گا۔ ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔

تشہیر کے ذرائع

اپنی اشیاء کی تشہیری مہم کیلئے اس ترقی یافتہ دور میں جن ذرائع کو استعمال کیا جاسکتا ہے انہیں ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱۔ پرنٹ میڈیا۔اس میں اخبارات، جرائد، پمفلٹ اور پوسٹر وغیرہ جیسے ذرائع شامل ہیں۔

۲۔ الیکٹرانک میڈیا۔اس میں ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا جیسے ذرائع شامل ہیں۔

موجودہ دور میں اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلئے ان تمام ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے۔البتہ رفتہ رفتہ اب اس مقصد کیلئے پرنٹ میڈیا کے مقابلے میں الیکٹرانک میڈیا کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ پھر الیکٹرانک میڈیا میں سوشل میڈیا اب اپنے قدم آہستہ آہستہ جما رہا ہے لیکن فی الحال اتنا مضبوط نہیں ہے۔ اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں سوشل میڈیا کا استعمال مثبت بھی ہوگا اور مفید بھی۔ جس کے بعد یہ تشہیری مہم کا ایک بہتر ذریعہ بن جائے گا۔

تشہیری ذرائع میں عورت کی حیثیت

اس سے پہلے اسلام کے مقابلے میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں عورت کی حیثیت بیان کی جاچکی ہے کہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورت کو انسانوں کی صف میں کھڑا فرمایا لیکن مردوں نے اسے اپنا محکوم بنا لیا۔اس سے اس کی عزت اور وقار کو چھین لیا۔اسے اپنے جائز حقوق سے بھی محروم کر دیا اور اپنی ذاتی املاک سمجھ کر اسے اپنی جائیداد کی طرح استعمال کیا۔اس کی پیدائش پر ماتم برپا کر دیا۔اسے زمین میں زندہ دفنا دیا۔عورت کو شر وفساد کا سبب قرار دے دیا۔ اسلام نے آکر عورت کو محرومی کے احساس سے نکالا۔اس کے وجود کو باعث رحمت قرار دے دیا۔اسے میلی آنکھ سے دیکھنے والے کو موجب سزا قرار دیا۔اسے غلامی کی زندگی سے نجات دلائی۔اور عورت کو اس کے تمام جائز حقوق بھی عطا کر دئے۔ایسے میں عورت کو اپنی مصنوعات کی تشہیر کیلئے ایک ماڈل گرل کے طور پر پیش کرنا قطعاً انصاف نہ ہوگا۔ مغرب نے عورت کی آزادی کا نعرہ ضرور لگایا ہے لیکن غور کرنے کی بات ہے،عورت کو اصل آزادی اسلام نے دی ہے۔قدیم مذاہب اور تہذیبوں میں اسے آزادی دی ہی نہیں گئی تھی یا پھر اسے دی گئی آزادی اس سے سلب کر لی گئی تھی۔بالآخر اسلام ہی نے آکر عورت کے احساس محرومی کو توڑا ہے۔اب مغرب نے یہ تاثر دیا ہے کہ اسے گھر میں بٹھا کر گویا اسے کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔اور اس طرز عمل سے اسے قید وبند کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔اور ان سب باتوں کا سبب اسلام کو ہی قرار دیا جاتا ہے۔بلکہ اسلام کی نظر میں یہ قید وبند کی نہیں بلکہ عزت واکرام کی زندگی ہے۔آخر یہ کیسی قید وبند کی زندگی ہے جس میں عورت جب چاہے اپنے عزیزوں سے ملنے جا سکتی ہے۔جو چاہے کھا سکتی ہے۔جو چاہے پہن سکتی ہے۔اپنی راحت کا ہر قسم کا سامان گھر منگوا سکتی ہے۔محنت اور کمانے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے،اسلام نے اسے اس بوجھ سے بھی آزاد رکھا ہے۔اسلام کی عطا کردہ یہ آزادی عورت سے موجودہ مغربی تہذیب نے چھینی۔جس نے عورت کو گھر کی جگہ مارکیٹ کی زینت بنا دیا۔اسے ماڈل گرل کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔اس کے حسن کو سر بازار عام کر کے اس کی قیمت لگوائی۔اسے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا حصہ بنا دیا۔اس پر کمائی کا بوجھ ڈال دیا اور اس طرح اس کی عزت وناموس کی کوئی پروا نہیں کی۔

اسلام نے عورت کی عزت وناموس کی خاطر عورت سے کیا ہدایت کی۔یہ سورہ احزاب کی اس آیت میں ملاحظہ فرمائیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولى“(۱۸)

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور کھلے طریقے پر باہر مت پھرو جیسا کہ پہلی جاہلیت کے زمانے میں عورتیں باہر پھرتی تھیں۔

تبرج الجاھلیۃ سے کیا مراد ہے؟

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے کچھ آئمہ تفسیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مجاہدؒ، قتادہؒ اور ابن ابی نجیحؒ کہتے ہیں: **التبرج المشی بتبختر و تکسر و تغنج** '' تبرج کے معنی ہیں ناز و ادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اٹھلاتے ہوئے چلنا۔'' مقاتل کہتے ہیں: **ابداء قلائدھا و قرطھا و عنقھا** ''عورت کا اپنے ہار اور اپنے بُندے اور اپنا گلا نمایاں کرنا۔'' المبرد کا قول ہے: **ان تبدی من محاسنھا مایجب علیھا سترہ** ''یہ کہ عورت اپنے وہ محاسن ظاہر کردے جن کو اسے چھپانا چاہئے۔'' ابوعبیدہ کی تفسیر ہے: **ان تخرج من محاسنھا تستدعی بہ شھوۃ الرجال** ''یہ کہ عورت اپنے جسم و لباس کے حسن نمایاں کرے جس سے مردوں کو اس کی طرف رغبت ہو۔'' (۱۹)

قرآن کریم کی آیت مفسرین کے اقوال کی روشنی میں معاشرے میں عورتوں کے کردار اور حیثیت کے اعتبار سے انتہائی واضح ہے۔ اتنی صراحت کے بعد آخر اس بات کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ عورتیں بلاضرورت گھروں سے باہر نکل کر سوشل سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ ہوائی جہازوں میں مسافروں کی خاطر تواضع کریں۔ اداروں میں بلا حجاب مردوں کے ساتھ کام کریں۔ اور مختلف مصنوعات کی تشہیری مہم کا حصہ بن کر اپنے وقار کو مجروح کریں۔ اسلام کا مسلم خواتین کیلئے یہ مزاج کبھی نہیں رہا۔ اس لئے کہ اسلام نے ہمیشہ عورتوں کی عزت و ناموس کی بات کی ہے اور اسی پر زور دیا ہے۔ البتہ مجبوری کے حالات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ عورت مجبوری کے اوقات میں اپنی جائز ضروریات کیلئے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ جیسا کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں اس کی تفصیل کچھ اس طرح کی ہے:

> ''خلاصہ یہ ہے کہ آیت **وقرن فی بیوتکن** کے مفہوم سے باشارات قرآن اور بعمل نبی کریم ﷺ اور باجماع صحابہ مواقع ضرورت مستثنیٰ ہیں۔ جن میں عبادات حج و عمرہ بھی داخل ہیں۔ اور ضروریات طبعیہ والدین اور اپنے محارم کی زیارت، عیادت وغیرہ بھی۔ اسی طرح اگر کسی کے نفقہ اور ضروریات زندگی کا کوئی اور سامان نہ ہو تو پردہ کے ساتھ محنت مزدوری کیلئے نکلنا بھی۔ البتہ مواقع ضرورت میں خروج کیلئے شرط یہ ہے کہ اظہار زینت کے ساتھ نہ

نکلیں، بلکہ برقع یا جلباب (بڑی چادر) کے ساتھ نکلیں۔" (۲۰)

اسلام ایک اعتدال والا دین ہے۔مجبور کیلئے اس کے احکامات میں لچک واضح نظر آتی ہے۔ ہمیشہ مریضوں اور مجبوروں کیلئے اسلام نے اپنے صفحات کھلے رکھے ہیں۔عورت کو گھر میں قرار پکڑنے کا حکم دیا لیکن مجبوروں کی مجبوریوں اور ضرورتوں کا احساس بھی کیا۔اور کہا کہ اگر تبرج الجاہلیہ کا لحاظ کر کے اپنے پردے کے ماحول میں زینت ظاہر کئے بغیر نکلیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تشہیری مہم میں عورت کے کردار کی وجہ سے پیدا ہونے والی قباحتیں

پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا تشہیری مہم میں ان دونوں ذرائع میں عورت کا کردار نمایاں اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ بھی ہے۔اور یہ سب بہت سی اخلاقی برائیوں کا سبب بھی ہے۔اعتراض تشہیری مہم پر نہیں بلکہ اس مہم میں عورت کے کردار پر ہے۔مجموعی طور پر تین قسم کی برائیاں ہیں جو کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا دونوں میں مشترک ہیں۔

۱۔ عورت کی زینت کا عوام میں ظاہر ہونا۔

۲۔ عورت کی جسمانی ساخت کا لوگوں کے سامنے نمایاں ہونا۔

۳۔ اس طریقہ کار سے لوگوں کی نفسیات سے کھیل کر ان کو منکرات کی طرف مائل کرنا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ تشہیر فرنیچر کی ہو یا تعمیرات کی، گاڑیوں کی ہو یا دیگر الیکٹرانک اشیاء کی، کھانے کی چیزیں ہوں یا پینے کی، لیکن سماج میں ان کی تشہیری مہم میں عورت کے کردار کو ضروری تصور کیا جاتا ہے۔جبکہ تشہیر سے مقصد ان اشیاء کو لوگوں میں متعارف کرانا اور ان کے فوائد واستعمال سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوتا ہے۔اور ان مقاصد کیلئے مردوں کی جگہ عورتوں کو استعمال کر کے لوگوں کے اخلاق سے کھیلا جاتا ہے۔اور دینی احکامات کو روندا جاتا ہے۔ جبکہ قرآن حکیم میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

"ولاتقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن" (۲۱)

اور فحش کاموں کے قریب بھی مت جاؤ چاہے وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوئی۔

قرآن وسنت کی روشنی میں زنا، لواطت، بدنظری اور ہر وہ کام جو لوگوں کی اخلاقیات تباہ کردے وہ فحش کام

ہیں۔اور قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے اسلوب پر غور کرنا چاہئے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ تم فحش کام مت کرو بلکہ فرمایا کہ تم فحش کاموں کے قریب بھی مت جاؤ۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک روایت میں بدنگاہی کو آنکھوں کا زنا بھی کہا گیا ہے۔ یہ قرآن وحدیث کا ایک خاص اسلوب ہے کہ ایسے افعال قبیحہ کیلئے اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تا کہ اہل عقل اس عمل کی سنگینی کا اندازہ کرسکیں۔

قرآنی آیات اور احکامات کی روشنی میں اس حوالے سے غور کرنا چاہئے کہ جو اسلام عورت کو غیر مردوں سے نرم لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا، وہ ایسے پُرفتن دور میں عورت کو تشہیری مہم میں حصہ دار بننے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ یہ اسلام کی فطرت کے بالکل خلاف ہے۔لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ ان تمام قباحتوں کی روشنی میں عورت کیلئے کسی بھی قسم کی تشہیری مہم میں حصہ دار بننا درست نہیں ہوگا۔ دین اسلام اس کی مذمت کرتا ہے اور اسے کھلی بے حیائی سمجھتا ہے۔

تشہیری مہم میں عورت کے کردار کی جائز صورتیں

دین اسلام اپنے احکامات میں سختی رکھتا ہے لیکن بامر مجبوری سہولت بھی فراہم کرتا ہے۔ یہاں بھی سہولت فراہم کی جاسکتی ہے لیکن شرم وحیاء کے دائرے میں رہتے ہوئے۔اس لئے کہ انسانی فطرت میں شامل حیاء ہی کا وہ عنصر ہے جس کے ذریعے انسان بہت سی معاشرتی برائیوں سے باز رہتا ہے۔اسی وجہ سے حیاء دین اسلام کا ایک خاص موضوع ہے۔اسلام ہمیشہ حیاء کی تلقین کرتا ہے کیونکہ انسانی زندگی میں حیاء کا عنصر نہ رہے تو پھر اسے کسی فرد یا کسی دوسری چیز کی پروا نہیں رہتی ہے۔

لہٰذا تشہیری مہم میں عورت کی حصہ داری کی وجہ سے جن قباحتوں کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے، اگر ان کی اصلاح کر لی جائے تو ان مصنوعات کی تشہیری مہم میں عورت حصہ دار بن سکتی ہے جو مصنوعات عورتوں اور بچوں سے متعلق ہیں۔ جیسے کاسمیٹک کا سامان اور بچوں کے فیڈرز، پیمپرز اور اس طرح کی دیگر اشیاء۔لیکن یہ حصہ داری بھی بے قید نہیں ہوگی بلکہ اس میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

☆ عورت کی زیب وزینت کا اظہار نہ ہو۔

☆ عورت کی جسمانی ساخت اور ہیئت کا اظہار نہ ہو۔

☆ وہ مصنوعات جو عورتوں اور بچوں سے متعلق نہیں ہیں ان کی تشہیر میں عورت حصہ دار نہ ہو۔

☆ اس تشہیری مہم سے لوگوں کے اخلاق پر حملہ نہ ہو۔

الغرض اس سلسلے میں ان تمام آیات اور احادیث کو مدنظر رکھنا ہوگا جن میں عورتوں کے حوالے سے احکامات اور ہدایات مذکور ہیں۔ اور خاص طور پر وہ روایات جن میں حیاء اور اس حوالے سے قُرب قیامت کی نشانیوں اور فتنوں کا مفصل بیان ہے۔ تاکہ محقق کے پاس علم کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی ہو۔ اور اس کے ذریعے دین کے اہداف و مقاصد تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ ان تمام باتوں کی روشنی میں صاحب بصیرت محقق آدمی کا کلام آخر یہی ہوگا کہ عورت کو تشہیری مہم میں حصہ دار بنانا سودمند کم لیکن نقصان دہ زیادہ ہے۔ لہٰذا ایسی مہم سے عورت کو الگ تھلگ رکھا جائے لیکن اس کے باجود اگر ایسی مہم کو معاشرہ کی ضرورت جان کر کرنا بھی چاہیں تو سب سے پہلے ان تمام قباحتوں کو ختم کرنا ہوگا جو عورت کی حصہ داری کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ورنہ بصورت دیگر یہ عمل کبھی بھی حوصلہ افزا نہیں ہوگا بلکہ از روئے شریعت محرمات کے دائرے میں آ کر قہر الٰہی اور وبال کا سبب ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶

۲۔ ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، صفحہ ۴۶۱، الفیصل ناشرن، لاہور، ۲۰۰۵ء

۳۔ القرآن۔ سورۃ المؤمن۔ آیت ۴۰

۴۔ القرآن۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۱۹۵

۵ القرآن۔ النساء۔ آیت ۷

۶۔ القرآن۔ النساء۔ آیت ۳۲

۷۔ عبدالصمد صارم، مقالات صارم، صفحہ ۸۵، حجازی پریس، لاہور

۸۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مسلمان عورت، صفحہ ۱۲۰، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، ۲۰۰۲ء

۹۔ پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ ۴۱۲، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۶

۱۰۔ مولانا انیس احمد فلاحی مدنی، مذاہب عالم، صفحہ ۱۲۸، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور
۱۱۔ پروفیسر چودہری غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ ۴۱۳
۱۲۔ مولانا انیس احمد فلاحی مدنی، مذاہب عالم، صفحہ ۱۳۰
۱۳۔ پروفیسر چودہری غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ ۴۱۴
۱۴۔ شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، صفحہ ۱۰۶، مکتبہ عارفین، کراچی، ۱۹۶۷ء
۱۵۔ مولانا انیس احمد فلاحی مدنی، مذاہب عالم، صفحہ ۱۸۳
۱۶۔ القرآن، سورۃ النور، آیت ۱۹
۱۷۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، صفحہ ۳۷۰، جلد ۳، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۱۵ء
۱۸۔ القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۳۳
۱۹۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، صفحہ ۹۱، جلد ۴، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2015
۲۰۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، صفحہ ۱۳۴، جلد ۷، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۴ء
۲۱۔ القرآن، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۵۱

ڈاکٹر محمد اسحاق بحثیت معاون استاد شعبہ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

ڈاکٹر سید محسن علی بحثیت معاون استاد شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔